(۲۳)

مولانا محمد تقی امینی

بے جان ایمان اور ناقص دین کے زندگی میں اثرات

ایمان قرآن کی نظر میں جان لینے اور مان لینے کا نام نہیں ہے بلکہ دل میں اتر جانے اور رگ و ریشہ میں سرایت کر جانے کا نام ہے۔ یہ ایمان اپنی مرضی، طبیعت اور خواہش سب سے اونچا ہوتا ہے اور سب کو اللہ کی مرضی، ارادہ اور خواہش میں گم کر دیتا ہے۔ ایسے ایمان سے زندگی میں زبردست تبدیلی آتی ہے۔ اور اس کی خاطر زندگی کو ہر قربانی کے لئے تیار رہنا پڑتا ہے۔ یہی جاندار ایمان ہے اگر ایسا نہ ہو تو وہ بے جان ایمان کہا جائے گا۔

اسی طرح قرآن نے "دین" جس کو کہا ہے اور جس پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت میں بھلائی و کامیابی کا وعدہ کیا ہے اس کا تعلق پوری زندگی اور پورے حکم و احکام سے ہے — زندگی کے کچھ حصہ میں دین کے کچھ حکم و احکام پر عمل کرنا اور بقیہ حصہ میں اپنی طبیعت و خواہش پر چلتے رہنا یا دین پر عمل کرنے کے لئے نیکی و بھلائی اور عبادت کی ان قسموں کو چن لینا جن پر اپنی طبیعت پر جبر نہیں کرنا پڑتا ہے اور برائیوں اور برے معاملات سے بدستور سمجھوتہ کئے رہنا یہ ناقص دین ہے۔

بے جان ایمان اور ناقص دین کے جو برے اثرات زندگی پر پڑتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ پہلا اثر — دین و ایمان کی موجودہ حالت کو ترقی و کامیابی کے لئے سب کچھ سمجھ لیا جاتا ہے۔ پھر آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی کوئی اور راہ اختیار کرنا گوارا نہیں ہوتا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اللہ نے اتاری تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ نے ہمارے اوپر اتاری ہے وہ اس کے علاوہ اور سب کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ کتاب حق ہے جو ان کے پاس ہے اس کی وہ تصدیق کرتی ہے[1]۔ آپ کہدیجئے کہ اگر تم واقعی مؤمن تھے تو اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے رہے اور حضرت موسیٰ تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات لے کر آئے پھر بھی تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم ہوئے[2]۔

●

[1] قرآن میں زندگی تھی، روشنی تھی، گراوٹ و پستی سے نکال کر ترقی و کامیابی کی راہ تھی، تورات جس پر یہودی ایمان رکھتے تھے اس کی بھی اس میں اللہ کی کتاب ہونے کی تصدیق تھی اور بیشتر اس کی تعلیم قرآن کی تعلیم سے ملتی جلتی تھی پھر بھی وہ قرآن پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ یہی حال تمام ان قوموں کا ہوتا ہے جو گراوٹ و پستی میں مبتلا ہوتی ہیں بس وہ اپنے ہی پاس کی موجودہ چیزوں میں مگن رہتی ہیں چاہے وہ کتنی ہی ناقص شکل میں ہوں اور چاہے کتنی ہی اصل کی صرف نقل رہ گئی ہوں ترقی و کامیابی کی راہیں دیکھنے سمجھنے اور ان پر چلنے کی توفیق نہیں ہوتی اگرچہ پہلے انہیں پر چل کر ترقی و کامیابی حاصل کی گئی ہو۔

[2] قرآن نے اس جگہ بے جان ایمان اور ناقص دین کے دو ثبوت پیش کئے ہیں (۱) ایمان کی حفاظت میں کوتاہی کہ جہاں موقع ملا یا کوئی فائدہ نظر آیا بس وہیں ایمان کا سودا کرنے تیار ہوگئے جیسا کہ یہودیوں نے موقع پاتے ہی اللہ پر ایمان کے باوجود بچھڑے کی پرستش شروع کردی اگر جاندار ایمان ہوتا تو کبھی وہ اس کے لئے تیار نہ ہوتے۔

(۲) گناہ اور جرم میں بے باکی۔ کہ دین کی باتوں پر عمل کے دعوے کے باوجود بڑے گناہ اور سنگین جرم میں بے باکی ہوجاتی ہے جیسا کہ یہودیوں نے نبیوں کو قتل کردیا تھا۔ اس طرح دین کا تعلق انہیں باتوں سے رہ جاتا ہے جن میں فائدہ نظر آتا یا جن کی خاطر اپنی طبیعت اور خواہش کو توڑنا نہیں پڑتا ہے۔

۲ **دوسرا اثر** —— پرانی چیزیں اور پرانے رسم ورواج زندگی میں اس قدر جڑ پکڑ لیتے ہیں کہ جیسے ان کی گھٹی میں پڑ گئے ہوں اور ان سے نجات پانا ناممکن ہو رہا ہو۔ پھر ان کا بے جان ایمان دین کے نام پر انہیں چیزوں اور انہیں رسم ورواج کا حکم دیتا رہتا ہے اگرچہ وہ برائی اور شرک تک جا پہنچے ہوں۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر طور پہاڑ کو اٹھایا[۳] کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور سنو۔ انہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور نافرمانی کی[۴] اور ان کے دلوں میں ان کے کفر کے سبب بچھڑا پیوست کر دیا گیا ہے[۵] آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان کیا ہی (بہت) بُری چیز کا حکم دیتا ہے۔ اگر تم مومن ہو۔

●

۳ طور پہاڑ کو اوپر اٹھانے کا ذکر آیت (۶۳) میں گزر چکا ہے۔
۴ یہ صورت حال کا بیان ہے۔ یعنی ان کی حالت یہ کہہ رہی تھی کہ وہ نافرمانی کریں گے۔
۵ یہ وہی بے جان ایمان ہے جس پر اس جگہ کفر کا لفظ بولا گیا ہے اور اس میں شرک پایا گیا ہے ضروری نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ کفر ہی تک پہنچتا ہو اور اس میں شرک بھی پایا جاتا ہو۔

۳۔ **تیسرا اثر** —— سوچنے سمجھنے کی دنیا تنگ ہو جاتی ہے۔ خوش فہمی و خود فریبی میں زندگی بسر ہوتی ہے دنیا کی طرح آخرت کے فضل و انعام کو بھی اپنے لیے خاص کر لیا جاتا ہے جس میں کسی اور کی شرکت گوارا نہیں ہوتی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً

مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○
وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ
بِالظّٰلِمِيْنَ ○

آپ کہدیجئے کہ اگر اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر (جنّت) خاص تمہارے لئے ہے جس میں دوسرے شریک نہیں ہیں[1] تو تم موت کی تمنّا کرو اگر تم سچّے ہو۔[2] جو کچھ ان کے ہاتھوں نے کر رکھا ہے اس کی وجہ سے وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہ کریں گے[3] اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

●

[1] جیسا تم کہتے ہو اگر اللہ کے نزدیک بھی یہ بات صحیح سمجھتے ہو تو اللہ سے ملاقات کی جلد کوشش کرو جس کا ذریعہ موت ہے جبھی اللہ کا فضل و انعام (جنّت) حاصل کرسکو گے۔

[2] جنّتیوں کی پہچان اللہ کی ملاقات اور اس کے دیدار کا شوق ہے۔ اگر تم واقعی اپنے کو جنّتی سمجھتے ہو تو موت کی تمنا کرو کہ اس کے بعد ہی ملاقات و دیدار تک پہنچ سکتے ہو۔

[3] انسان دوسروں سے تو اپنے گناہ چھپا لیتا ہے لیکن اللہ سے نہیں چھپا سکتا ہے اس بنا پر اس کے سامنے حاضری سے گھبراتا اور موت کی تمنّا نہیں کرتا ہے۔ یہ بڑی دکھتی رگ پر انگلی رکھی گئی ہے جس سے انسان کی قلعی کھل جاتی ہے۔

۴۔ چوتھا اثر — زندہ رہنے کی حوص ان مشرکین سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے جن کے سامنے صرف دنیا ہوتی ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ
بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ ○

آپ انہیں زندہ رہنے کے لئے سب سے زیادہ حریص پائیں گے اور ان سے بھی زیادہ جو مشرک ہیں[1]۔ ہر ایک ان میں سے پسند کرتا ہے کہ کاش اس

کو ہزار برس کی عمر ملے۔ حالانکہ عمر کا زیادہ ملنا اس کو عذاب سے بچانے والا نہیں ہے۔ اور اللہ ان کے کاموں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

●

۵ مشرکین چاہتے ہیں کہ دنیا ہی میں ان کو زیادہ سے زیادہ مل جائے۔ اسی بنا پر ان کو زندہ رہنے کی زیادہ حرص ہوتی ہے۔ لیکن بے جان ایمان اور ناقص دین والوں کی حالت مشرکین سے بھی زیادہ گئی گذری ہوتی ہے جیسا کہ یہودیوں کی تھی۔ عام طور سے گراوٹ وپستی کے زمانہ میں دین و ایمان کی دعویدار قوموں کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ یہودیوں کی طرح زندگی کے زیادہ حریص بن کر اخلاق و کردار میں مشرکین سے بھی زیادہ پست ہو جاتی ہیں۔ پھر زندگی کے لئے جدوجہد جس طرح مشرکین کر لیتے ہیں یہ قومیں ویسی بھی نہیں کر پاتی ہیں۔

۶ اس سے اندرونی چور کا پتہ چلتا ہے اور دین و ایمان کے دعویٰ کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت کے فضل و انعام (جنت) کے تنہا حقدار ہونے کی بات محض خوش فہمی و خود فریبی کی بنا پر ہے۔ جس کا اصلیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولانا محمد طاسین کی معرکۃ الآراء تصنیف

مروّجہ نظامِ زمینداری اور اسلام

اشاعت کے مراحل میں ہے اور عنقریب چھپ کر آجائے گی (اِنْ شَاءَ اللّٰہ)

عمدہ سفید کاغذ، دیدہ زیب طباعت، خوبصورت اور مضبوط جلد

قیمت ۳۵ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن